OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
July-Dece-2023
Vol: 4, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

Tooba Khalid[1]

Dr Rashid Munir[2]

Dr. Hafiz Muhammad Abrar Awan[3]

اصول تفسیر میں سرسید کی تجدید و مخصوصیت: تجزیاتی پہلوؤں کا مطالعہ

The Renewal and Uniqueness of Sir Syed's Principles in Exegesis: A Critical Study

Abstract

Sir Syed Ahmad Khan, a prominent figure in the intellectual history of South Asia during the 19th century, made significant contributions to various fields, including the principles of interpretation (Usul al-Tafsir) in Islamic scholarship. This research explores the renewal and uniqueness in Sir Syed's approach to the principles of interpretation, shedding light on his distinctive contributions to this field. Sir Syed's era was

1 Ph. d Scholar, Division of Islamic & Oriantal Learning, University of Education, LMC, Lahore. Email: toobanoori17@gmail.com

2 Assistant Professor, University of engineering and Technology Ksk Campus, Lahore. Email: rashid.munir@uet.edu.pk

3 Assistant Professor, Dept. of Urdu Encyclopedia of Islam, University of the Punjab, Lahore. Email: abrar.uei@pu.edu.pk

marked by profound socio-political changes and the encounter with Western education and thought. In response to these challenges, he sought to reinterpret and rejuvenate traditional Islamic scholarship. One of his notable contributions was in the domain of Usul al-Tafsir, where he applied a critical and rational approach. In his renewal of interpretative principles, Sir Syed emphasized the importance of contextual understanding and the application of reason (Ijtehad) in interpreting the Quran. He advocated for reconciling religious teachings with modern scientific knowledge, aiming to address misconceptions and bridge the gap between religious and scientific discourse. Furthermore, Sir Syed promoted linguistic analysis and historical contextualization of Quranic verses to derive a more comprehensive understanding. His approach was characterized by a commitment to preserving the integrity of Islamic teachings while embracing the advancements of his time. This study delves into specific aspects of Sir Syed's renewal in Usul al-Tafsir, exploring his views on linguistic analysis, historical context, and the harmonization of religious and scientific knowledge. It critically examines the impact of his unique contributions on the trajectory of Islamic scholarship, particularly in the interpretation of the Quran. In conclusion, Sir Syed Ahmad Khan's renewal of Usul al-Tafsir reflects a dynamic engagement with the challenges of his era, presenting a distinctive approach that remains relevant for contemporary discussions on the interpretation of the Quran. His emphasis on reason, context, and the integration of knowledge contributes to the ongoing discourse on reconciling tradition with the demands of a changing world.

Keywords: Sir Syed Ahmad Khan, Usul al-Tafsir, Interpretation Principles, Renewal in Islamic Scholarship,

Integration of Reason and Tradition

تعارف

اسلامی دنیا میں متعدد شخصیات نے اپنے فہم کے مطابق قرآن کی تفسیر کی کوشش کی۔ جنہوں نے تفسیر کے اصول بھی مرتب کیے۔ یہ تجزیاتی مطالعہ 19 ویں صدی کے برطانوی ہندوستان کی ایک ممتاز شخصیت سر سید احمد خان کی مرتب کردہ تفاسیر کے مخصوص اصولوں کا احاطہ کرتا ہے۔

علم اصول تفسیر کا پس منظر

علم تفسیر زبانی روایات کی صورت میں منتقل ہوتا رہا۔ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی روایت کرتے خصوصاً اصاغر صحابہ کرام، اکابر صحابہ کرام سے روایات کا ذخیرہ حفظ کرنے کی کوشش کرتے۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین بھی حفظ روایت پر ہی زیادہ اعتماد کرتے اور تفسیری روایات حضرات صحابہ کرام سے نقل کرتے اور اسی طرح ایک دوسرے سے بھی نقل فرماتے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی اور دوسری صدی ہجری کا آغاز ہو رہا تھا کہ تدوین تفسیر کی باقاعدہ مساعی شروع ہوئیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ثم بعد هذه الطبقة ألفت تفاسير تجمع أقوال الصحابة والتابعين كتفسير سفيان بن عيينة و إسحاق بن راهويه و روح بن عبادة و عبد بن حميد و سعيد و أبي بكر بن أبي شيبة و آخرين."[1]

"اس طبقہ کے بعد تفاسیر کو جمع کرنے کے کام کا آغاز ہوا۔ ان تفاسیر میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے تفسیری اقوال جمع کیے گئے۔ جیسا کہ سفیان بن عینیہ، اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ، عبد بن حمید، سعید، ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہم، اور دوسرے محدثین نے یہ کام سرانجام دیا۔"

یہ تمام علماء جن کا ذکر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے ائمہ حدیث ہیں اور اتباع تابعین یعنی تابعین کے تلامذہ کا طبقہ ہے اس مرحلہ میں نہ تو تمام سورتوں کی اور ہر ہر سورت کی تمام آیات کی تفسیر تحریر کی گئی نہ ہی مستقل کتب

[1] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۵۳۸/ ۲۰

تفسیر مدون کی گئیں بلکہ مختلف بلاد و امصار میں اور مختلف افراد کے پاس جو نبی کریم ﷺ سے منقول تفسیری روایت اور صحابہ کرام و تابعین کے تفسیری اقوال منتشر اور بکھری ہوئی صورت میں موجود تھے ان کو یکجا کر کے احادیث کے مجموعوں میں تفسیر کے الگ باب کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ تدوین تفسیر کے دوسرے مرحلے میں تفسیر کو احادیث کے مجموعوں سے ایک تو الگ مرتب کیا گیا اور دوسرا تمام قرآن کی تفسیر مصحف کی ترتیب کے مطابق کی گئی اور مستقل کتب تفسیر مرتب کی گئیں اگرچہ یہ کتب تفسیر زیادہ تر روایات و آثار ہی پر مشتمل تھیں سوائے ابن جریر طبری کی تفسیر کے کہ جن سے روایات و آثار کے علاوہ مختلف تفسیری اقوال کی توجیہ اور ان میں توضیح اور مرجوح کی وضاحت اور اعراب پر بحث اور استنباط احکام سے متعلق ابحاث ملتی ہیں۔

ڈاکٹر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ التفسیر والمفسرون میں رقمطراز ہیں:

"ثم بعد هذه الخطوة الثانية، خطا التفسير خطوة ثالثة، انفصل بها عن الحديث، فأصبح علما قائما بنفسه، و وضع التفسير لكل آية من القرآن ورتب ذلك على حسب ترتيب المصحف، وتم ذلك على أيدي طائفة من العلماء منهم ابن ماجة المتوفى سنة ٢٧٣هـ- ، و ابن جرير الطبري المتوفى سنة ٣١٠ هـ- و أبو بكر بن المنذر النيسابوري المتوفى ٣١٨هـ- ، ابن أبي حاتم المتوفى سنة ٣٢٧هـ- ، وأبو الشيخ بن حبان المتوفى ٣٦٩هـ- والحاكم المتوفى سنة ٤٠٥هـ- و أبو بكر بن مردويه المتوفى ٤١٠ هـ- وغيرهم من آئمة هذا الشان. وكل هذه التفاسير مروية بالإسناد إلى رسول الله ، و إلى الصحابة والتابعين، وتابع التابعين، وليس فيها شيئ من التفسير أكثر من التفسير المأثور، إلا ابن جرير الطبري فانه ذكر الأقوال ثم وجهها، ورجح بعضها على بعض، وزاد على ذلك الإعراب أن دعت إليه حاجة، واستنبط الأحكام التي يمكن أن تؤخذ من الآيات القرآنية." [1]

"علم تفسیر اپنے دوسرے مرحلے کے بعد تیسرے مرحلے میں داخل ہو گیا۔ اس مرحلہ میں علم حدیث سے علیحدہ ہو کر مستقل حیثیت سے ایک علم قرار پایا۔ چنانچہ قرآن کریم کی ہر آیت کی

[1] ذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، (بیروت: داراحیاالتراث العربی، س۔ن)، ص:1421

Zahabi, Dr. Muhammad Hussain, Al-Tafsir wal Mufassirun, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, n.d.), p. 1421.

تفسیر بیان کی گئی اور آیات کی تفسیری ترتیب مصحف کے مطابق رکھی گئی۔ یہ کام علماء کے ایک طبقہ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا جن میں ابن ماجہ (متوفی ۲۷۳ھ) ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) ابو بکر ابن المندر رانیشاپوری (متوفی ۳۱۸ھ)، ابن ابی حاتم (متوفی ۳۲۷) ابو شیخ بن حبان (متوفی ۳۶۹ھ) حاکم (متوفی ۴۰۵ھ) ابو بکر بن مردویہ (متوفی ۴۱۰ھ) رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ جیسے عظیم الشان اہل علم شامل ہیں۔ یہ تمام تفسیری روایات اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین سے منقول ہیں۔ ان میں تفسیر کے عنوان سے جو کچھ بھی منقول ہے وہ اکثر حصہ تفسیر ماثور کی قبیل سے ہے۔ سوائے ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے کہ انہوں نے اقوال ذکر کرکے ان کی توجیہ بھی کی ہے۔ اور بعض کو بعض پر ترجیح بھی دی ہے۔ اور اس کے علاوہ جہاں جہاں حاجت ہوئی اعراب قرآنی کی توضیح بھی کی اور آیات قرآنیہ سے احکام کا اخذ و استنباط بھی کیا ہے۔"

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ عہد صحابہ کرام و تابعین کو تفسیر کا پہلا مرحلہ اور تدوین کے پہلے دور کو تفسیر کا دوسرا مرحلہ اور تدوین کے دوسرے دور کو جب مستقل کتب تفسیر مرتب کی گئیں تفسیر کا تیسرا مرحلہ قرار دیتے ہیں۔

اصول تفسیر کی تدوین:

یہ حقیقت ہم سب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے سب سے پہلے شارح اور مفسر نبی کریم ﷺ ہیں اور آپ کی بیان کردہ تفسیر و تشریح من جانب اللہ ہوتی تھی اس لیے کہ آپ کے قول و فعل اور تقریر کو الٰہی تائید حاصل تھی۔ خواہ وحی جلی کی صورت میں ہو خواہ وحی خفی کی صورت میں۔ اس لیے اس سے انحراف زیغ اور گمراہی ہے اور صحابہ کرام وہ مقدس طبقہ ہے جس نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی و مفاہیم کی تعلیم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی۔ اور جن کے نفوس کا تزکیہ خود مہبط وحی ﷺ نے فرمایا اس لیے نبوی تشریح و تفسیر جس کا اصطلاحی نام سنت و حدیث ہے کے بعد اسی طبقہ کے بیان کردہ، قرآن کے مطالب و مفاہیم تفسیر کے باب میں حجت ہیں۔ صحابہ کرام سے براہ راست تلمذ کا شرف جس طبقہ کو حاصل ہوا وہ تابعین کرام ہیں جنہوں نے قرآن کے مطالب و مفاہیم اور اس کی تفسیر و تبیین صحابہ کرام کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ لہٰذا تابعین کی بیان کردہ قرآن کریم کی تفسیر و تشریح کو بھی اس بنا پر اہم مقام حاصل ہے اگرچہ صحابہ کرام و تابعین کے پیش نظر قرآن سے اخذ و استنباط اور اس کی تفسیر و تشریح کے دوران ایسے قواعد و اصول ہوتے تھے جو انہوں نے نبوی منہج تفسیر

کے مطالعے، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے گہرے مشاہدے اور قرآن کریم میں عمیق تدبر و تفکر کے بعد اپنے فطری سلیقہ اور خداداد ملکہ سے اخذ کیے تھے لیکن انہوں نے نہ ان کو اصطلاحی زبان میں قواعد واصول کی حیثیت سے بیان کیا اور نہ ہی ان کو مرتب و مدون فرمایا۔

محرکات تدوین تفسیر

1: اسلام کے دائرہ کار میں وسعت

اسلامی فتوحات کے دائرہ کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ بکثرت لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہاں تک کہ عہد صحابہ کرام و تابعین کے بعد نو مسلم عجمیوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ عربی زبان نہ جاننے والی قومیں اسلام میں بہت زیادہ داخل ہونے لگیں۔ عربوں کا ان غیر عربوں سے میل ملاپ زبانی کے فطری ملکہ کو متاثر کیسے بغیر نہ رہ سکا عربوں کی ان میں تغیر کے آثار ظاہر ہونے لگے اور ان کا فطری ملکہ خلل پذیر ہونے لگا۔ ایسے حالات میں اہل علم نے زبان کی حفاظت کے لیے اور قرآن و سنت کو سمجھنے کے لیے با قاعدہ استقراء و تتبع کے بعد زبان عربی کے قواعد واصول مدون و مرتب کیے تاکہ ملکہ فطری کے خلل پذیر ہونے کی وجہ سے خود اہل عرب اور زبان عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر عرب عربی زبان کا علم حاصل کر سکیں۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب اسلام آیا اور انہوں نے حجاز کو چھوڑا تاکہ وہ دیگر اقوام و ملل کے ہاتھ سے زمام اقتدار اپنے قبضہ میں لیں تو ان کا اختلاط عجمی اقوام سے ہوا۔ ان کا وہ ملکہ لسانی جو انہیں سماع اہل زبان سے حاصل تھا تغیر پذیر ہونے لگا جب ان کا آمنا سامنا نو آموز عربی دانوں سے ہوا۔ سمع کو ملکات لسانیہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پس اس تغیر کے نتیجے میں ان کے سماعی ملکہ زبان میں فساد کے آثار ظاہر ہوئے۔ کیونکہ وہ اہل زبان سے سماع سے متمتع ہونے سے اب بہت دور تھے اہل علم کو خوف لاحق ہوا کہ اگر یہ ملکہ لسانی ابتدا ہی میں فساد کا شکار ہو گیا اور کچھ زمانہ بھی گزر گیا تو قرآن و حدیث سمجھنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ تو انہوں نے زبان کے اس ملکہ راسخہ کی روشنی میں کلام عرب کے عموم سے قوانین اخذ کئے، کلیات و قواعد تشکیل دیئے، تمام انواع کلام کو ان کے مطابق جانچا پرکھا اور اور اشباہ

ونظائر کو ان سے ملحق کیا۔[1]

2: غیر عرب (عجمیوں) کی تفہیم دین

دوسرا اہم اور قوی سبب جو اصول تفسیر کی تدوین کا باعث بنا یہ تھا کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ صحابہ کرام کا وہ مقدس طبقہ جس کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا اور تابعین کرام کا وہ خوش قسمت گروہ جس کو براہ راست صحابہ کرام سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا اس دنیا فانی سے رخصت ہوتا جارہا تھا۔ اور ان لوگوں کی اکثریت ہوتی جارہی تھی جو دور رسالت سے بُعد کی وجہ سے نزول قرآن کے وقت اہل عرب کے عادات وخصائل، مذاہب ومسالک، رسوم ورواج اور ان کی معاشرت وثقافت سے ناواقف تھے اور قرآن کریم کے اسلوب، اسباب النزول اور عربی محاورات واضرب الامثال سے ناآشنا تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور صحابہ کرام کی سیرتوں کے عینی شاہد نہیں تھے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ زبان کے فطری ملکہ سے عاری تھے۔ صحابہ کرام وتابعین عظام قرآن کریم کے وہ مطالب ومعانی جو دور رسالت کے قرب اور فطری ملکہ لسان کی وجہ سے آسانی سے سمجھ لیتے تھے بعد والوں کے لیے مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر یہ آسانیاں اس طرح باقی نہیں رہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو تفسیر قرآن کی احتیاج بھی زیادہ ہوئی۔ ان کی یہی احتیاج تفسیر اور قرآنی مطالب ومعانی کی تشریح وتبیین کی وسعت کا باعث بنی اور پھر تفسیر کی یہی وسعت تفسیر کے اصول وقواعد کو باقاعدہ مدون ومرتب کرنے کا اہم محرک ثابت ہوئی۔[2]

استنباط واجتہاد کی غرض

استنباط واجتہاد اور تدین فقہ کے اس عظیم کام کے دوران مجتہدین وفقہاء ان قواعد واصول کو پیش نظر رکھتے جو

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، ص:360

Muqaddimah Ibn Khaldun, p. 360"

[2] حافظ محمد عبداللہ، ڈاکٹر، علم تفسیر اور اصول تفسیر کی تدوین، القلم، دسمبر 2013، ص:05

Hafiz Muhammad Abdullah, Doctor, Ilm-e-Tafsir aur Usool-e-Tafsir ki Tadween, Al-Qalam, December 2013, p. 05"

قرآن و سنت کی نصوص میں گہرا غور و فکر، عربی لغت کے قواعد پر مکمل عبور، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے مفصل مطالعہ اور صحابہ و تابعین کے طرز عمل اور ان کے حالات سے مکمل آگاہی سے اخذ کیے تھے۔ ان اصول و قواعد پر تدوین فقہ اور استنباط و استخراج کے دوران بحث اور نقد و نظر بھی ہوتی تھی اسی طرح تدوین فقہ کے پہلو بہ پہلو اصول فقہ کی تنقیح اور پھر ترتیب و تدوین کا کام بھی شروع ہو گیا تھا اور انہی اصول فقہ کا بہت بڑا حصہ تفسیر قرآن کے اصول و قواعد پر مشتمل تھا۔[1]

نصوص کی تعبیر و توجیہہ

قرآن کریم جو اہل عرب کے محاورہ اور زبان میں نازل ہوا اور نزول قرآن کے وقت کے اہل عرب کو اس کی زبان اور اسلوب سمجھنے میں کوئی دقت نہیں پیش آتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین کے دور میں وہ کلامی اور فکری مباحث نہیں ملتیں جنہوں نے بعد میں جنم لیا۔ بعد کے یہ نو مسلم جو عربی محاورہ زبان اور قرآن کے اسلوب اور طرز ادا سے بھی ناواقف تھے اور پھر ماضی کے مختلف مذاہب و مسالک اور افکار و اعتقادات سے تعلق رکھتے تھے جب قرآن اور پھر حدیث نبوی کا مطالعہ کرتے تو لا محالہ مختلف وجوہ اور معانی کا احتمال رکھنے والے الفاظ اور آیات سے وہ معانی اخذ کرنے کی کوشش کرتے جن کی طرف ان کا فطری میلان ہوتا تھا اس طرح عقائد و افکار کے اختلاف کا آغاز ہوا جس نے آہستہ آہستہ مستقل فرق کی صورت اختیار کرلی اور پھر باہمی ایک دوسرے کی تحلیل و تفسیق شروع کر دی اور ہر فرقہ اپنے عقیدہ، مذہب یا قرآن کی اپنی تعبیر و توجیہہ کو صواب قرار دیا اور جہاں ایک طرف اپنی تعبیر و توجیہ اور اپنے عقیدہ اور مسلک کو صحیح ثابت کرنے کے لیے غلط اور فاسد تاویل کا سہارا لیا وہاں دوسری طرف احادیث و روایات کے وضع اور ان کے پھیلانے کا کاروبار گرم کیا۔

ان حالات میں جہاں ایک طرف محدثین عظام نے حدیث و سنت کی حفاظت و صیانت کے لیے تدوین احادیث اور نقد حدیث کا اہتمام فرمایا تاکہ جعلی اور موضوع روایات کو صحیح ذخیرہ احادیث سے الگ کیا جا سکے اور

[1] حافظ محمد عبداللہ، ڈاکٹر، علم تفسیر اور اصول تفسیر کی تدوین، ص:06

Hafiz Muhammad Abdullah, Doctor, Ilm-e-Tafsir aur Usool-e-Tafsir ki Tadween, p. 06

اصول و نقد حدیث کی روشنی میں صحیح و موضوع کو پرکھ کر علیحدہ کیا جا سکے وہاں دوسری طرف اس بات کی بھی ضرورت محسوس ہوئی کہ نصوص کی تعبیر و توجیہ کے وہ صحیح اصول و قواعد مرتب کیے جائیں کہ جن کی موجودگی میں غلط اور فاسد تاویل کی روک تھام کی جا سکے اس طرح گویا فکری و اعتقادی مباحث کا اختلاف اور مختلف فرق کا ظہور بھی اصول تفسیر کی تدوین کا اہم محرک ثابت ہوا۔[1]

لوگوں کا اصول تفسیر پہ کام

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول تفسیر کے ادب میں خاطر خواہ اضافہ فرمایا ہے مگر یہ اضافہ کسی تفسیر یا علوم القرآن کی صورت میں انہوں نے نہیں کیا ہے بلکہ اصول فقہ اور مقاصد شریعت پر لکھی گئی ان کی شاہکار تصنیف "الموافقات" میں موجود ہے۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی الموافقات میں جو اصول مذکور ہیں ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جو فہم قرآن میں انتہائی موثر ہیں۔[2]

ذیل میں برصغیر کے تناظر میں چند عبقری شخصیات کا ذکر مذکور ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۶۲ء):

تفسیر بالماثور کے سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کی سب

---

[1] حافظ محمد عبد اللہ، ڈاکٹر، علم تفسیر اور اصول تفسیر کی تدوین، ص:13

Hafiz Muhammad Abdullah, Doctor, Ilm-e-Tafsir aur Usool-e-Tafsir ki Tadween, p. 13

[2] زبیر حسین شاہ، ہاشمی محی الدین، امام شاطبی کے اصول تفسیر، الموافقات کی روشنی میں اختصاصی مطالعہ، مجلہ اسلامک سائنسز، جلد:5، شمارہ:1، ص:18

Zubair Hussain Shah, Hashmi Muhi al-Din, Imam Shatibi ke Usool-e-Tafsir, Al-Mawafiqat ki Roshni Mein Akhassai Mutalea, Majallah Islami Sciences, Jild: 5, v: 1, p. 18

سے اہم خدمت یہ ہے کہ آپ نے فہم قرآن کی راہیں امت کے ہر طبقے کے لیے روشن کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ خدمات اس دور میں لیں جب برصغیر تو کیا تقریباً پوری عجمی دنیا، جس میں برصغیر کے ہمسایہ ملک ترکستان، افغانستان اور ایران بالخصوص قابل ذکر ہیں، میں یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقہ کے لیے ہے۔ اس کا مطالعہ، غور و فکر، تدبر اور فہم و تفہیم ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے۔ اس کو عوام میں لانا سخت خطرناک، ایک بڑی گمراہی اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خلا کو پر کرنے اور اس سرزمین میں قرآنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے براہ راست قرآن مجید کو موضوع بنایا اور اس حوالے سے درج ذیل تصنیفات بطور یادگار چھوڑیں؛ المقدمة في قوانين الترجمة، فتح الرحمن بترجمة القرآن، الفوز الكبير في أصول التفسير، فتح الخبير بما لا بد من حفظه في علم التفسير وغیرہ۔[1]

نواب صدیق حسن خان قنوجی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۳۲ء)

قرآن کے مفسر، حدیث کے شارح، علوم عربیہ کے ماہر اور کثیر کتب کے مصنف سید صدیق حسن خان، نواب صاحب کے لقب سے زیادہ معروف ہیں۔ 13 نومبر 1832ء کو پیدا ہوئے اور 59 سال عمر کی بہاریں اور تغیرات احوال دیکھ کر 29 جمادی الآخری 1307ھ / 17 فروری 1890ء کو راہی ملک عدم ہوئے۔ کثرت تصانیف اور تنوع موضوعات میں ان کو برصغیر کا 'سیوطی' کہا جاتا ہے۔ تفسیر کے باب میں بھی ان کا دائرہ تصنیف بہت قابل قدر ہے، تفسیر و اصول تفسیر پر ان کی چند اہم تصانیف یہ ہیں؛ فتح البيان في مقاصد القرآن، ترجمان القرآن بلطائف البيان، نيل المرام من تفسير آيات الأحكام، اكسير فى اصول التفسير وغیرہ۔[2]

---

[1] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ایقان: جلد: ۰۱، شمارہ ۰۱: دسمبر 2018، ص: 5

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, Iqan: Jild: 01, V: 01, December 2018, p. 5

[2] اسحاق بھٹی، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن (دہلی: المنار پبلیکیشنز، س۔ن)، ص: 181

Isaac Bhatti, Bar Sagheer ke Ahl-e-Hadith Khuddam-e-Quran (Delhi: Al-Manar

سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۹ء)

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ دار العلوم العلماء لکھنو میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ان کی تفسیر "مواہب الرحمن" اپنی تحقیق و تفصیل کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ اس عظیم تفسیر کے مقدمہ میں انہوں نے اصول تفسیر اور جمع و تدوین قرآن کی اہم مباحث کو تفصیلاً موضوع بحث بنایا ہے اور تفسیر بالرائے کو حرام قرار دیا ہے۔[1]

سید احمد حسن محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۰ء)

ڈپٹی سید احمد حسن محدث دہلوی کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے بلند پایہ علماء کی جماعت میں ہوتا ہے۔ آپ 1842ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ بیک وقت مفسر، محدث، مصنف اور طبیب تھے۔ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر و حدیث کی کتب پڑھیں اور سند حاصل کی۔ قرآن مجید سے متعلق ان کی مساعی جمیلہ مختصر ادرج ذیل ہیں: أحسن الفوائد، أحسن التفاسير، مقدمة تفسير أحسن التفاسير، تفسير آيات الأحكام وغیرہ۔[2]

مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۵۸ء):

مدرسہ تفسیر بالرائے محمود کے حوالہ سے مولانا ابو الکلام آزاد کو برصغیر کی نمائندہ شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تفسیر اپنے مندرجات اور مباحث، نیز اسلوب و بیانات میں جدت فکر پر مشتمل ہے جس پر کلام

Publications), p. 181

[1] امیر علی، سید، تفسیر مواہب الرحمن (لکھنو: نول کشور پریس، 1942ء)، (مقدمہ ا۔136)

Amir Ali, Syed, Tafsir Mawahib al-Rahman (Lucknow: Naulakshor Press, 1942), (Introduction, p. 136).

[2] اسحاق بھٹی، برصغیر کے اہل حدیث خدام، ص:71

Isaac Bhatti, Bar Sagheer ke Ahl-e-Hadith Khuddam-e-Quran, p. 71

معروف ہے۔ تاہم ترجمان القرآن اس مدرسہ کی نمائندہ تفسیر شمار کی جاتی ہے۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۹ء):

مولانا مودودی بانی جماعت اسلامی کی تفسیر تفہیم القرآن اردو تفسیری ادب میں بلاشبہ ایک نمایاں اور ممتاز مقام کی حامل ہے۔ یہ تفسیر اردو دان طبقے بالخصوص تحریکی حلقوں میں مقبول و متداول ہے۔ علمی حلقوں میں اس تفسیر کے مداحین بھی ہیں اور ناقدین بھی۔ تاہم یہ طے ہے کہ تفہیم القرآن برصغیر میں تفسیر بالرائے محمود کی نمائندہ ہے۔ اس کی خصوصیات و امتیازات میں خاص طور پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ دعوتی و تحریکی اسلوب پر لکھی گئی ہے اور مختلف نظام ہائے زندگی کے بارے بہترین تصریحات پر مشتمل ہے۔[2]

عبدالحمید فراہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳۰ء)

مدرسہ تفسیر بالنظم کی نمائندہ شخصیات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

ان کا لقب حمید الدین اور کنیت ابو احمد اور نام عبدالحمید ہے۔ یوپی کے معروف ضلع اعظم گڑھ کے ایک قصبے پھریہا میں 1280ھ کو پیدا ہوئے۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۱۴ء) کے ماموں زاد تھے۔ انہی سے بنیادی علوم حاصل کیے۔ 16 سال کی عمر میں فارسی شعر و شاعری کرنے لگے تھے۔ پھر نحو، صرف، منطق، فلسفہ و دیگر دینیات

---

[1] ڈاکٹر عبیدالرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:15

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 15

[2] ڈاکٹر عبیدالرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:15

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 15

کی تعلیم اپنے ماموں زاد بھائی سے حاصل کی۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ان سے صرف چھ سال بڑے تھے۔ اس کے بعد علامہ ابو الحسنات عبد الحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ) سے استفادہ کیا۔ مزید تحصیل علم کے لیے لاہور میں عربی ادب کے امام وشاعر فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م1304ھ شارح حماسہ ومعلقات) کے سامنے اور نیٹل کالج میں زانوئے تلمذ طے کیے۔ جامعہ علی گڑھ سے انگلش اور الہ آباد یونیورسٹی سے فلسفہ سیکھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسۃ الاسلام کراچی میں بطور پروفیسر عربی تعینات رہے۔ اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی میں تعینات ہوئے اور اس دوران جرمن مستشرق جوزف ہورووتس سے عبرانی زبان سیکھی۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں بھی کچھ دیر ذمہ داریاں ادا کیں۔ لیکن حالات سے مطمئن نہ ہوئے اور وطن واپس آکر مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے ہو لیے۔ اس کا نصاب جدید طور پر استوار کیا اور مدرسہ کے امور کی نگرانی کرتے رہے۔ 1341ھ/1930ء میں وفات ہوئی۔[1]

اصول تفسیر و فہم قرآن پر مولانا فراہی کی تالیفات درج ذیل ہیں؛دلائل النظام، أساليب القرآن، التكميل في أصول التاويل، تفسير نظام القرآن و تاويل الفرقان با لفرقان وغیرہ۔

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۹۹۷ء):

مولانا امین احسن ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی میں 1904ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دینی وعصری تعلیم کے لیے انہیں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخل کروا دیا گیا۔ اس مدرسے سے 1922ء میں سند فراغت حاصل کی اور اس کی طرح "اصلاحی" کی نسبت ان کے نام کا لاحقہ بن گئی۔ اس ادارہ میں مولانا عبد الرحمن نگرامی نے مولانا کی علمی، ادبی اور تقریری صلاحیتوں کو پروان چڑھایا۔ 1925 سے 1930ء تک "نظام القرآن"

---

[1] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:12

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 12

کے مؤلف اپنے شیخ خاص مولانا عبد الحمید فراہی سے قرآن سیکھنے لگے اور پانچ سال کامل انہماک کے ساتھ اپنی ساری صلاحیتیں تدبر فی القرآن علی منہاج الفراہی صرف کیں۔ انھوں نے بہت عرق ریزی سے اپنے استاذ گرامی کے اس نظریہ کو سمجھا۔ نیز نظام القرآن اور ادب جاہلی پر بھی خصوصی توجہ دی۔

مدرسۃ الاصلاح اور مولانا فراہی سے کسب فیض کے بعد شارح ترمذی مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور ان سے سند حدیث لی۔ 1972ء میں مولانا مالی مشکلات کی بنا پر لاہور چھوڑ کر شیخوپورہ کے نواح میں ایک گاؤں رحمان آباد میں منتقل ہو گئے، جہاں ان کی اہلیہ کی زمین تھی، یہاں تفسیر کے کام میں یکسو ہو کر مصروف ہوئے، تحریر میں تسلسل اور تیزی آئی، 1980ء میں نظم القرآن کی بنیاد پر ان کی معروف تفسیر "تدبر قرآن" تقریباً تیئیس سالہ محنت شاقہ کے بعد نو جلدوں میں مکمل ہوئی۔ مولانا امین اصلاحی 15 دسمبر 1997 کی صبح اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تفسیر و اصول تفسیر پر آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں: تدبر قرآن، مبادی تدبر قرآن، اصول فہم قرآن وغیرہ۔[1]

سرسید کے اصول تفسیر کا تجزیاتی مطالعہ

سرسید احمد خان (م۱۸۹۸ء):

5 ذوالحجہ 1232ھ / 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ پہلے قرآن مجید پڑھا۔ پھر اس دور کی درسی کتابیں مثلاً، کریما، خالق باری، آمد نامہ، بوستاں وغیرہ پڑھی۔ عربی میں شرح ملا، شرح تہذیب، مختصر معانی اور مطول کا کچھ حصہ پڑھا۔

---

[1] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، بر صغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:15-13

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 13-15

1846ء تا 1855ء میں، جب وہ دہلی میں منصفی پر مامور تھے تحصیل علم میں زیادہ ترقی کی۔[1] 1876ء کے آخر میں پنشن لے کر علی گڑھ آئے اور اپنی زندگی کے باقی بائیس سال اپنے ارادوں کی تکمیل میں یہیں گزارے۔ مختلف تعلیمی وسیاسی خدمات سرانجام دینے کے بعد 5 ذوالقعدہ 1315ھ / 27 مارچ 1898ء کو وفات پا گئے اور مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی مسجد کے احاطے میں دفن ہوئے۔[2]

تفسیر واصول پر تصنیفات:

سرسید کی تصانیف اور ان کے موضوعات کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تاریخی اور دینی موضوعات سے انہیں خصوصی طور پر دلچسپی تھی۔ سرسید جدید اردو نثر کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کا رسالہ "تہذیب الاخلاق" اپنے عہد کا ایک تاریخ ساز رسالہ تھا۔ مولانا ابو الکلام رحمۃ اللہ علیہ نے 20 فروری 1949ء کو علی گڑھ یونیورسٹی کے جلسہ اسناد میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

اغلب خیال یہ ہے کہ عوام کے ذہنی رجحانات پر جتنے ہمہ گیر اثرات تہذیب الاخلاق نے چھوڑے ہیں، ہندوستان (برصغیر پاک وہند) کے کسی اور رسالے نے نہیں چھوڑے، اس رسالے کے اجرا سے موجودہ اردو ادب کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ اردو نے اس رسالے کی بدولت اتنا فروغ پایا کہ دقیق سے دقیق مطالب کا اظہار اس زبان میں ہونے لگا۔[3]

---

[1] شیخ محمد اکرام، موج کوثر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، سن)، ص:77

Sheikh Muhammad Akram, Mauj-e-Kauthar, (Lahore: Idara-e-Saqafat-e-Islamiya, n.d.), p. 77

[2] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:15

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 15

[3] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی

اس دور کا کوئی مسلمان ادیب ایسا نہ تھا، جو تہذیب الاخلاق کے حلقہ ادب سے متاثر نہ ہوا ہو۔ دور جدید کے بلند معیار مصنفین نے اسی خوان نعمت سے لقمے چنے اور اسی حلقہ کے اثر و نفوذ سے نقد و بصر کی نئی قدریں اور فکر و نظر کے نئے زاویے متعین ہوئے۔

سرسید نے اپنے تفسیری خیالات کے لیے اسی رسالہ "تہذیب الاخلاق" کو ذریعہ بنایا۔ اس پر مستزاد یہ کہ سرسید علی گڑھ کالج اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے روح رواں تھے۔ ان اسباب کی بنا پر سرسید کے تفسیری نظریات نے ردو قبول کے دونوں حلقوں میں وسیع اثرات مرتب کیے۔ تفسیر واصول تفسیر پر ان کی یہ دو کتابیں قابل ذکر ہیں:

تفسیر القرآن:

سرسید کی اس تفسیر کا پورا نام تفسير القرآن و هو الهدي والفرقان ہے۔ انھوں نے فضل الدین ککے زئی کی فرمائش پر یہ تفسیر مرتب کی مگر اپنی یہ تفسیر زندگی کی بے وفائی کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے۔ ان کی یہ تفسیر پہلے پندرہ پاروں کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر میں انھوں نے اپنے عقائد و تصورات اور نظریات کو بیان کیا ہے۔ ان کے بقول یہ تفسیر عوام الناس کے لیے نہیں لکھی گئی بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو حشر و نشر، جزا و سزا، جنت جہنم وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے یا ان کا انکار کرتے ہیں یا ان کے بارہ میں متردد یا متزلزل ہیں۔ بلکہ ان کا کہنا ہے کہ عوام الناس میں اس تفسیر کا شائع ہونا اچھا نہیں ہے۔ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور سے 4 مجلدات میں چھپی ہے۔ ساتویں جلد ان کی وفات کے بعد بھی چھپی جس میں سورہ طہ تک کی تفسیر دستیاب ہوئی۔[1]

مطالعہ، ص:16

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 16

[1] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، بر صغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:17

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke

التحرير في أصول التفسير :

یہ باقاعدہ طور پر الگ سے کتاب نہیں بلکہ سر سید احمد نے اپنی تفسیر تفسير القرآن وهو الهدي والفرقان کے شروع میں تفسیر کے کچھ اصول ذکر کیے ہیں، یہی تحریر فی اصول التفسیر ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنی طرز کے مطابق "جدید علم الکلام" کی بنیاد پر اصول تفسیر بالکل نئے انداز میں پیش کیے۔ یہ تقریباً پندرہ اصول ہیں جن میں سے بعض کلیتاً درست اور بعض جزوی طور پر اور بعض انتہائی غلط اور خطرناک ہیں جن پر اہل علم نے ان کی خوب گرفت کی ہے۔[1]

سر سید کے تفسیری اصول کا جائزہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ سر سید نے تحریف و تاویل کا اکثر و بیشتر سامان معتزلہ کے فکری ملبے سے مستعار لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر ادا میں رنگ اعتزال جھلکتا ہے، درج ذیل سطور میں سر سید کے چند تفسیری اصولوں کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ جو در حقیقت معتزلہ کے اصولوں سے کشید کنندہ ہیں:

سر سید کا پہلا تفسیری اصول: ترجیح عقل

عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں عقل کو ترجیح حاصل ہو گی۔[2]

Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 17

[1] ڈاکٹر عبید الرحمن، ڈاکٹر حامد حمید، بر صغیر میں اصول تفسیر کے مناہج و دبستان اور نمائندہ شخصیات کی علمی تراث کا تجزیاتی مطالعہ، ص:17

Dr. Ubaidur Rahman, Dr. Hameed Hameed, Bar Sagheer Mein Usool-e-Tafsir ke Manahij-o-Dabistan aur Numainda Shakhsiyat ki Ilmi Tareekh ka Tajziati Mutalea, p. 17

[2] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، (پٹنہ: خدابخش اورینٹل لائبریری پٹنہ، 1995)، ص:15

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, (Patan: Khuda Bakhsh Oriental Library Patna, 1995), p. 15"

سرسید نے معتزلہ کے اس اصول کو اپنی تفسیر میں جابجا استعمال کر کے دینی عقائد کے پورے ڈھانچے کو تبدیل کر کے رکھ دیا، اور ملائکہ، جنات وشیاطین، جنت و جہنم، حشر و نشر، رؤیت باری تعالی وغیرہ میں تحریف صرف اس لئے کر دی کہ یہ چیزیں عقل میں پوری نہیں اترتیں، کیونکہ عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ملائکہ، جنات و شیاطین انسانوں سے میل جول رکھنے والی مخلوق ہو اور نظر نہ آئے۔ سرسید نے دین اسلام کو عقل کے ترازو میں تول کر مسلمات دین کا انکار کیا اور قرآن کریم میں جہاں معجزات یا مظاہر قدرت خداوندی کا ذکر ہے اس کی تاویل کر کے عقلی تشریح کی ہے۔[1]

جنت و جہنم کے قبول کرنے میں تحریف

تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت و جہنم حق، اور ثابت ہیں اور دونوں پیدا کی جاچکی ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾[2]

تم اس جنت کے وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے۔

جہنم کے وجود کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾[3]

یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا رہا تھا۔

سرسید جنت و جہنم دونوں کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

---

[1] محمد الیاس، ڈاکٹر، تفسیر القرآن از سرسید احمد خان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص:114

Muhammad Elias, Dr., Tafsir al-Quran Az Sir Syed Ahmed Khan Ka Tehqiqi o Tanqidi Jaiza, p. 114"

[2] آل عمران؛133

Al-Imran: 133"

[3] یس:63

Yasin: 63

"یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق وموجود ہیں، قرآن سے ثابت نہیں۔"[1]

سر سید کا دوسرا تفسیری اصول: قانون علت ومعلول

اس دنیا کا ہر فعل تعلیل وتسبیب کے ہمہ گیر قانون پر استوار ہے۔[2] سر سید اس اصول کو قانون فطرت سے تعبیر کرتے ہیں، اس نظریہ کی بنیاد پر انہیں نیچری کہا جاتا ہے، سر سید نے اس اصول سے سب سے پہلا وار معجزات وکرامات پر کیا، کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ تمام امور علت معلول کی قید سے آزاد ہو کر خرق عادات کے طور پر اس دنیائے آب وگل میں وجود پذیر ہوتے ہیں، لیکن سر سید خود ساختہ قانون فطرت کے پیش نظر ان خرق عادات امور کو تسلیم نہیں کرتے، ان کا دعوی ہے کہ قرآن مجید میں کسی معجزے کا ذکر نہیں۔[3] ان کے نزدیک ذرہ سے لے کر پہاڑ تک، قطرہ سے لے کر سمندر تک کوئی چیز اس سے مستثنیٰ نہیں، کائنات کے ہر حصہ میں اسی قاعدے اور قانون کی حکمرانی ہے، یہ ایسا اٹل قانون ہے کہ اس کا انحراف خدا بھی نہیں کر سکتا۔[4] اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے جو طرز وطریقہ اختیار کیا ہے، اس کے ڈانڈے صراحۃ تحریف سے جا ملتے ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر انہوں نے آنحضرت صلی علیم کے معراج کا انکار کر دیا۔

ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

---

[1] سر سید احمد، تفسیر القرآن، (رفاہ: رفاہ عام سٹیم پریس لاہور)، ج:1، ص:3

han, Sir Syed Ahmed, Tafsir al-Quran, (Rehman: Rehman Am Steam Press Lahore), Vol: 1, p. 3

[2] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:8

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 8

[3] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:25

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 25

[4] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:21

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 21

حضور اکرم ﷺ کو معراج جسمانی نہیں، روحانی اور منامی ہوا تھا۔[1] ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش قانون فطرت کے مطابق والد کی موجودگی میں ہوئی تھی۔[2]

سرسید کا تیسرا تفسیری اصول: تفسیر بالماثور کا انکار

آپ کے ہاں تفسیر کے لئے احادیث نبویہ، آثار صحابہ کرام اور مفسرین کے اقوال کی چنداں حاجت نہیں۔[3]
چنانچہ سرسید کی معتبر سوانح حیات جاوید جسے علامہ شبلی نعمانی نے "مدلل وحی" قرار دیا۔
اس میں الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

پس انہوں نے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "حسبنا كتاب الله" کہہ کر اپنے جدید علم کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق صرف قرآن مجید کو قرار دیا اور اس کے سوا تمام مجموعہ حدیث کو اس دلیل سے کہ ان میں کوئی حدیث مثل قرآن کریم کے قطعی الثبوت نہیں ہے اور تمام مفسرین کے اقوال و آراء اور تمام فقہاء، مجتہدین کے قیاسات واجتہادات کو اس بنا پر کہ ان کے جواب دہ خود علماء مفسرین اور فقہاء مجتہدین ہیں نہ کہ اسلام، اپنی بحث سے خارج کر دیا، اسی اصول کو ملحوظ رکھ کر سرسید نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔[4]

سرسید نے اس تفسیری جدت طرازی میں تمام معتزلہ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی آیت کی تفسیر آثار صحابہ سے کجا، حدیث نبوی سے بھی نہیں کرتے۔

---

[1] سرسید احمد، تفسیر القرآن، ج:6، ص:86

Sir Syed Ahmed, Tafsir al-Quran, Vol: 6, p. 86

[2] سرسید احمد، تفسیر القرآن، ج:2، ص:14

Sir Syed Ahmed, Tafsir al-Quran, Vol: 2, p. 14

[3] خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:27

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 27

[4] حیات جاوید، بحوالہ سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، طلوع اسلام لاہور، ص:57

Hayat Javed, Bahawala Sir Syed Ki Kahani Anki Apni Zabani, Tulu-e-Islam Lahore, p. 57

سر سید کا چوتھا تفسیری اصول: ذات وصفات باری تعالی کی یکتائی

آپ نے صفات باری تعالیٰ کو عین ذات باری تعالیٰ قرار دیا ہے۔

سر سید نے صفات باری تعالیٰ کو عین ذات باری تعالی قرار دے کر معتزلہ کی ہمنوائی کی ہے اور اصول تفسیر میں اسے ایک اصل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک صفات باری تعالی واجب الوجود کے مفہوم سے زائد ہیں، عین ذات باری تعالیٰ نہیں ہیں۔

سر سید کا پانچواں تفسیری اصول: مفہوم کا منزل من اللہ اور الفاظ محمد ﷺ کے ہونا

سر سید کے پانچویں قاعدے کی تشریح میں، اس بات کا گہرا اعتراف ہے کہ قرآن میں پائے جانے والے مفہوم کا جوہر الہامی طور پر ہے، جو اللہ کی طرف سے شروع ہوا ہے۔ اس مقدس پیغام کو پہنچانے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کے چنے ہوئے الفاظ ہیں۔[1]

سر سید کا چھٹا تفسیری اصول: اصلا متن قرآن کا مصدقہ ہونا

سر سید کا چھٹا اصول تفسیر اس اہم تصور پر زور دیتا ہے کہ قرآن کے اصل متن کو مستند اور غیر تبدیل شدہ تسلیم کیا جانا چاہیے۔ یہ اصول قرآن کی پاکیزگی اور سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے گہری وابستگی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ اصول علماء اور مومنین کو تصدیق شدہ ذرائع پر انحصار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اسلامی تعلیمات کی تشریح اور تفہیم میں قرآن کے اصل متن کی حرمت کو تقویت دیتا ہے۔۔[2]

سر سید کا ساتواں تفسیری اصول: قرآن کا فطرت کے ماتحت ہونا

سر سید کا ساتواں اصول تفسیر قرآن کے فطرت کے ماتحت ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔ یہ اصول واضح کرتا ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو قدرتی دنیا کے قوانین اور اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ یہ ایک ایسا نقطہ

---

[1] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:43

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 43

[2] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:44

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 44

نظر پیش کرتا ہے جہاں مذہبی تفہیم سائنسی علم کے ساتھ ہم آہنگ ہو، اور یہ کہ قرآن کی رہنمائی کو فطرت میں ظاہر ہونے والے قابل مشاہدہ نمونوں اور قوانین سے متصادم نہیں ہونا چاہیے۔[1]

سرسید کا آٹھواں تفسیری اصول: قرآن کا تمامیت کے ساتھ موجود ہونا

سرسید کا آٹھواں اصول تفسیر قرآن کی تکمیل پر زور دیتا ہے۔ یہ اصول قرآن کو ایک مکمل اور باہم مربوط وحی کے طور پر سمجھنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ پڑھنے والے کو جامع تفہیم حاصل کرنے کے لیے اس کی آیات کی ہم آہنگی اور نظم کو تسلیم کرتے ہوئے، قرآن سے جامع طور پر رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔[2]

سرسید کا نواں تفسیری اصول: قرآن کا ناسخ و منسوخ کے تصور سے بالاتر ہونا

سرسید کا نواں اصول تفسیر اس بات پر زور دیتا ہے کہ قرآن کو نسخ کے تصور سے بلند ہونا چاہیے۔ یہ اصول نسخ کے روایتی تصور کو چیلنج کرتا ہے، یہ تجویز کرتا ہے کہ قرآن کی آیات کو نسخ کے تصور کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فوقیت دیئے بغیر ہم آہنگی کے ساتھ سمجھنا چاہیے۔[3]

سرسید کا دسواں تفسیری اصول: قرآن کا نجماً و تدریجاً نازل ہونا

سرسید کا دسواں تفسیری اصول قرآن کے درجہ بدرجہ نزول کو تسلیم کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ اصول اس تاریخی ترتیب کی نشاندہی کرتا ہے جس میں آیات نازل ہوئیں، ہر وحی کے ارد گرد کے حالات پر زور دیتا ہے۔ قرآن کے نزول کی تدریجی نوعیت کو تسلیم کرتے ہوئے۔[4]

---

[1] خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:49

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 49

[2] خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:52

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 52

[3] خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:52

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 52

[4] خاں، سرسید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:53

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 53

سر سید کا گیارہواں تفسیری اصول: اقوال وافعال خداوندی کی یکتائی

سر سید کا گیارہواں اصول تفسیر خدا کے قول و فعل کی وحدانیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ اصول بتاتا ہے کہ قرآن میں فراہم کردہ اعمال اور رہنمائی صحیفہ کے اندر بیان کردہ صفات اور اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ یہ ایک جامع نقطہ نظر کی وضاحت کرتا ہے، جس میں مومن خدا کے بولے گئے الفاظ اور ظاہر کیے گئے اعمال کے درمیان مستقل مزاجی کو محسوس کرتا ہے۔[1]

سر سید کا بارہواں تفسیری اصول: قرآن کے معانی کی تعیین کے لیے جاہلی کلام عرب سے استشہاد

قرآنی تفسیر کے حوالے سے سر سید کے نقطہ نظر میں، قبل از اسلام عربی ادب سے نامعلوم الفاظ کے معانی کا تعین کیا جائے گا۔ یہ اصول قرآن میں غیر مانوس الفاظ کے معانی کو واضح کرنے کے لیے اسلام سے پہلے عربوں کے ادب میں پائے جانے والے لسانی تاثرات اور استعمالات سے استشہاد کی وضاحت کرتا ہے۔ سر سید کا خیال تھا کہ یہ نقطہ نظر الفاظ کے مطلوبہ معانی کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کر سکتا ہے، جس سے قرآنی متن کی مزید جامع تفہیم میں مدد مل سکتی ہے۔[2]

---

[1] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:54

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 54

[2] خاں، سر سید احمد، تحریر فی اصول التفسیر، ص:59

Khan, Sir Syed Ahmed, Tahqiq Fi Usool al-Tafsir, p. 59